بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

اور چاہئے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کی طرف حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پاویں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ | اڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۴

فہرست مضامین

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ - اپریل سنہ ۱۹۰۷ء کو
قادیان دار الامان سے شائع ہوا۔

۲۴ - مارچ ۱۹۰۷ء لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کروں گا۔

(۲) اِنّی مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اس کی نصرت اور حفاظت کروں گا۔

۲۵ - مارچ ۱۹۰۷ء۔ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ ترجمہ۔ ہم قسم کھاتے ہیں وقت چاشت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لیوے کل چیزوں کو تیرے پروردگار نے تجھے چھوڑ نہیں دیا اور نہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے۔

(۲) واللہ لولا الاکرام۔ لہلک المقام۔ قسم ہے اللہ کی کہ اگر تمہارا اکرام ہمکو منظور نہ ہوتا تو یہ مقام ہلاک ہو جاتا۔

(۳) اکرامٌ تسمع بہ الموتٰی۔ تیرا ایسا اکرام کروں گا کہ اسکے ذریعہ تو مردوں کو سنائیگا۔

(۴) علمہ عند ربی لا یضل ربی ولا ینسٰی۔ ترجمہ اسکا علم میرے رب کو ہے میرا رب نہ بے راہ ہوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

(۵) لا انطأ قدمُ العامۃِ قدمَ النبی۔ ترجمہ عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کر سکتا۔

(۶) بلغتُ قدمِ الرسول ترجمہ میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں۔

(۷) انی علٰی کل شیءٍ قدیر۔ بیشک میں ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہوں۔

۲۷ - مارچ ۱۹۰۷ء کلُّ واحد منھم تلج۔ (۲) انقلب علٰی عقبیہ۔

(۳) لقد اٰثرک اللہ علینا۔

۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ۱- "میرا دشمن ہلاک ہو گیا ہے" اسد الیکھا خدا نال جا پیا اے (تشریح) یعنے عنقریب میرا دشمن ہلاک ہو جائیگا اور پھر اس کا خدا سے معاملہ پڑیگا

۲- میرے دشمن ہلاک ہو گئے۔ ۳- اِنَّ اللہ مع الابرار یعنی دشمن ہیں عنقریب

ما جیسا کہ خدا کے فضل سے الٰہی بخش سومراج اور اچھر اس ہفتہ میں اس الہام کے بعد جب شایع ہو نیکے ہلاک ہو گئے ۔ ۔ معلوم نہیں آئندہ کون کون اس الہام کے مصداق ٹھہرینگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسیح کے دو حواری

چونکہ اِس زمانہ میں عیسائیت کا بہت کچھ زور ہے - اور ہر طرف اور ہر کونہ میں جہان کہیں کہ انسان کی رہائش ہے - بلکہ اِن جگہون مین جہان انسان کا قدم بھی نہیں پڑا - آجکل عیسائی اقوام کا جھنڈہ کھڑا نظر آتا ہے - اور دنیا کے چارون کونون میں عیسائی حکومت کر رہے ہیں - اور جہان کہیں اُن کی حکومت نہیں ہے - وہان کم سے کم اُن کی تجارتی کمپنیان ضرور قائم ہیں - پس اِن کی اِس شان و شوکت اور جلال کو دیکھکر ہر ایک آنکھ اور ہر ایک کان اور ہر ایک دل اِس طرف متوجہ ہوگیا ہے - کہ چونکہ یہ لوگ ایسے عقلمند ہیں - کہ روزمرہ کی تجویزون اور آئے دن کی کوششوں کے سبب سے انہون نے دنیا کا کوئی ملک نہیں چھوڑا - جہان کچھ نہ کچھ اپنا قدم نہ جما لیا ہو - تو اس لئے اُن کے مذہب کو بھی ضرور دیکھنا چاہئے - اور اُس پر ایک گہرے غور فکر اور تدبّر کی نظر ڈالنی چاہیئے - کہ آیا اُس میں بھی انہون نے ویسی ہی عقلمندی دانائی اور ہوشیاری سے کام لیا ہے - اور سوچ سمجھ کر اِس مذہب کو اختیار کیا ہے - یا یونہی بغیر دور اندیشی اور حق بینی کے اپنے باپ دادوں کے اقوال کی تائید کی ہے - اور قطع نظر اس کے کہ یہ مذہب کیسا ہے - آباؤ اجداد کی لکیر کے فقیر بن گئے ہیں - اور اِس امر کی تحقیق کے لئے - ہر ایک ملک اور ہر ایک صوبے کے لوگ خواہ وہ کسی مذہب یا ملت سے ہوں کوشان ہیں - اور بائبل سوسائیٹیون نے انجیل اور عیسائیت کے متعلق دوسری کتب کو عام طور سے شایع کرکے اور ہر ملک میں پھیلا کر اور عیسائی واعظون نے انجیلی تعلیم کے متعلق ہر شہر و دیار میں لکچر دے کر عام مخلوقات کو اِس معاملہ کی نسبت ٹھیک ٹھیک رائے قائم کرنے میں بہت کچھ مدد دی ہے - اور عام طور سے جو فیصلہ عیسائیت کی نسبت دیا گیا ہے - وہ چندان اُنکو مفید نہیں ہے بلکہ اِسکے برخلاف جہان کہیں کچھ مدت تک عیسائیت کے متعلق وعظ

کئے گئے ہیں - یا کوئی باقاعدہ سوسائٹی قائم کی گئی ہے - تو لوگ عیسائیت سے متنفر اور پادریوں سے بدظن ہو گئے ہیں - اور انجیلی تعلیم کو دیکھکر عام طور پر لوگوں نے فیصلہ کیا ہے - کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں اور اس کے چہرہ پر انسانی دستکاری سے بہت سی نقاشیاں اور رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں - اور اگر یہ تعلیم خدا کی طرف سے تھی بھی تو اب اس قابل نہیں - کہ اس پر عمل کر کے انسان روحانی زندگی کے کسی اعلیٰ معیار پر کھڑا ہو سکے . . . بلکہ اس کے بانی کے کارناموں اور ساری عمر کی کوششوں کے نتیجہ پر اگر نظر کیجائے - تو ہم سوائے حیرت اور تعجب کے اور کچھ نہیں کر سکتے - کیونکہ یہ زمانہ تو یسوع سے انیس سو برس بعد کا ہے - اس میں عیسائیوں کی حالت پر کوئی رائے قائم کرنا شائد کسی قدر اچھا نہ سمجھا جائے - مگر خود یسوع کے زمانہ میں انجیلی تعلیم کا اثر جو کچھ بھی بنی نوع انسان پر ہوا - اُس کو خوب دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے پھر ایک رائے قائم کرنا - زیادہ مناسب اور بہت عمدہ ہوگا - مگر جب اس امتحان میں بھی عیسائی مذہب پورا نہ اُترے تو کیوں لوگ اس سے متنفر نہ ہوں - اور چونکہ ہم اس وقت . . . انجیل کی تعلیم پر کوئی ریویو نہیں کرنا چاہتے اس لئے اس بحث کو نظر انداز کرتے ہیں - اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں - کہ اس تعلیم کا نمونہ یسوع کے حواریوں نے ہمکو کیا دکھایا اور وہ کیا اثر تھا - جو کہ اُن کے دلوں پر اُس تعلیم سے ہوا - اور اس سے پہلے ہم اتنا لکھدینا ضروری سمجھتے ہیں - کہ خود عیسائیوں کو بھی انجیل کے سچا ہونے میں شک ہے - اور اس وقت اکثر عیسائی جب اپنے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا اختیار اپنے مذہب کی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں - اور لوگوں کی طبیعت کا سب سے زیادہ رجحان اس طرف ہے - کہ انجیل ایک نامعلوم زمانہ میں بنائی گئی ہے - اور اس کا سلسلہ یسوع کے حواریوں سے نہیں ملتا - اور اس کی وجہ سے بہت سے عیسائیوں کی طبیعت خود بخود اس مذہب سے متنفر ہو رہی ہے - اور وہ اس مذہب کو بعض عجیب و غریب اور بعید از قیاس خیالات اور وہموں کا مجموعہ سمجھتے ہیں - مگر جو کچھ بھی ہو - ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں - کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے ہے - یا نہیں - بلکہ ہم اس تعلیم کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں - جس پر بعض متعصب عیسائی فخر کرتے ہیں - حالانکہ وہ نہایت قابل شرم اثر ہے - اور ایک

اور بات ہے جو کہ ہم اِس مضمون سے پہلے بیان کرنا چاہتے ہیں - اور وہ یہ ہے کہ ایک نبی کی بعثت کی غرض کیا ہوتی ہے - اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے - جس پر اکثر مذاہب متفق ہیں - اِس لئے ہم کو کسی ایسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں جس سے کہ ہم یہ ثابت کریں - کہ کسی نبی کی بعثت صرف اِس لئے ہوتی ہے - کہ وہ ایک قوم کی اصلاح کرے - اور اُن بدیون کو دور کرے جو کہ اُس کی قوم میں امتداد زمانہ اور خدا سے دُوری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں - اور خاص کر عیسائی تو اِس بات کو ضرور ہی مانتے ہیں - کیونکہ توریت میں بار بار اِس کا ذکر آتا ہے - کہ نبی قوم کی بدیون کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں - اور خود یسوع بھی جس کو یہ لوگ خدا کا بیٹا مانتے ہیں - . . . . اپنی بعثت کا سبب یہی ظاہر کرتا ہے - کہ قوم کی بدیون اور گناہون کی وجہ سے وہ اِس دنیا میں خدا کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے - اور اب وہ بنی اسرائیل کے گھرانون سے ناپاکیون کو دور کریگا - پس نبی کی سچائی کی دلیل یہ بھی ہے - کہ اُس کی تعلیم کے اثر سے کچھ نہ کچھ آدمی ایسے بھی پیدا ہو جائیں - جو کہ اُس کے منشار کے مطابق خدا اور رسول کے حکمون کے طابع ہون - اور اپنی جان و مال سے ارادۂ الٰہی کی تکمیل کی مدد کریں - تاکہ ایسا ہو - کہ خدا اُن کی مدد کرے اور میرا مطلب اِس مضمون کے لکھنے سے یہی ہے - کہ اناجیل سے مسیح کی تعلیم کا جو اثر حواریون پر ثابت ہوتا ہے - وہ ایسا بُرا اور قابل شرم ہے - کہ عیسائی مذہب باوجود اُس اثر کے اقرار کرنے کے اپنے آپ کو سچا ثابت نہیں کر سکتا - اور ساتھ ہی میں یہ بھی ثابت کرون گا - کہ آنحضرت صلعم جو کہ خدا کے سچے رسول اور خاتم النبیین ہیں - اُن کی اُمت کے مسیح کی تعلیم کا وہ اثر پڑا ہے - کہ برخلاف حواریوں کے اُس کے مرید اُس کے کہنے پر جان و دل سے عمل کرنے کو تیار ہیں اور دیکھنا چاہیے - کہ مسیح نے اپنے مبعوث ہونے کی غرض ہی یہ رکھی ہے - کہ وہ لوگون کو پاک کرے - جیسا کہ متی باب ۴ آیت ۱۷ میں لکھا ہے کہ وہ اُسی وقت سے مسیح نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا - کہ توبہ کرو کیونکہ

آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی،، اور پھر یوحنا بھی خبر دیتا ہے کہ ”وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچائیگا،،۔ جیساکہ متی باب ایک آیت ۲۱ میں آتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یسوع کے آنے کی غرض پہلے انبیاء نے بھی اور خود اُس نے بھی یہی قرار دی تھی۔ کہ ایسے لوگ پیدا کئے جائیں۔ جو کہ گناہوں سے بچیں اور حق کے قبول کرنے میں دلیری سے کام لیں۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کے لئے مسیح نے اپنی عمر کے تین برس خرچ کئے ہیں۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ مسیح نے اپنی عمر کے تیسویں برس میں تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ اور تینتیسواں سال تھا۔ جب کہ اُس کو سولی دی گئی اور یہ تین سال اُس نے بہت ہی تکلیف سے اور دکھ سے گزارے ہیں۔ جیسا کہ خود اُسی کا قول متی باب آٹھ آیت بیس۲ میں ہے کہ ”لومڑیوں کے لئے ماندیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں۔ پر ابنِ آدم کے لئے جگہ نہیں۔ جہاں اپنا سر دھرے“ اور اس طرح مسیح اس تکلیف کا اظہار کرتا ہے۔ جو کہ اُس کو اپنی بعثت کی غرض کے پورا کرنے کی کوشش میں پیش آئی۔ اور یہاں تک کہ وہ اُس وقت کے لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا! اور ڈرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ مجھ کو پکڑ کر سزا نہ دیں۔ مگر باوجود اس قدر تکلیف اور دکھ کے اُس نے اپنے کام کو نہ چھوڑا اور ہر قسم کے دکھ اور آزار برداشت کرکے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا رہا۔ اور آخر کار اُسے بارہ حواری ایسے ملے جنہوں نے اُس کی بات کو سُنا۔ اور جو اُس کے حکموں پر کاربند ہونے کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ اور ہر وقت اُس کی صحبت میں رہنے لگے اور اسی وجہ سے مسیح نے خوش ہو کر اُن سے بارہ تختوں کا وعدہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو۔ تلواریں خرید و خواہ کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں۔ بلکہ اُن کے حق میں فرمایا کہ ”جو تمہیں قبول کرتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ اُسے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے،، پس اس طرح حواریوں پر ایمان لانا گویا کہ مسیح پر ایمان لانا ہے۔ بلکہ خود خدا پر ایمان لانا ہے۔ اور اِس کے برخلاف اُنکا انکار مسیح کا انکار بلکہ خدا کا انکار ہے۔ مگر افسوس کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حواریوں کا ایمان قطعاً اس قابل نہیں تھا۔ کہ اُس پر کوئی بھروسہ کیا جاتا۔ اور اُس تعلیم کا اثر جو کہ مسیح نے

اُن کو دی - اُن پر صرف اس قدر پڑا ہے - کہ مسیح کے پکڑے جانے کے وقت تمام حواری اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہی نہیں ان میں سے ایک نے مسیح کی تعلیم پر لعنت کی اور اُسکو بہت کچھ بُرا بھلا کہا - اور اس کے جاننے سے بھی انکار کیا - اور اس طرح اپنی جان بچائی حالانکہ مسیح نے ان کو یہ تعلیم دی تھی - کہ ”جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے - اُسے کھوئیگا پر جو میرے واسطے اپنی جان کھوئیگا - اُسے پائیگا“ متی باب ۱۰ آیت ۳۹ میں - اور اب ہم وہ تمام واقعہ لکھتے ہیں - جس سے کہ حواریوں کا امتحان لیا گیا ہے - مگر وہ اُس میں ایسے کمزور اور بودے نکلے - کہ خود مسیح کی تعلیم پر بھی ایک بدنما دھبہ لگا گئے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ مسیح اپنی تعلیم دینے کے تیسرے سال کے بعد یہودیون کے ہاتھ سے پکڑا گیا اور پکڑوایا بھی اُس کو اُس کے خاص حواری یہودا اسکریوتی نے - اور پکڑا جانے سے پہلے مسیح نے بار بار دعا مانگی کہ اے خدا مجھکو بچائے اور ممکن ہو تو مجھ سے یہ پیالا ٹال دے - اور اُس وقت اُس نے اپنے حواریون سے کہا کہ تم بھی دعا مانگو - اور رُو رُو کر خدا سے التجا کرو - تاکہ وہ امتحان جو کہ تم پر وارد ہونے والا ہے - اُس شر سے محفوظ رہو مگر جب وہ واپس آیا تو وہ سو رہے تھے - مسیح نے عاجزانہ طور سے اُنہیں کہا - متی باب ۲۶ آیت ۳۸ ”کہ میرا دل نہایت غمگین ہے - بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو“ اور آگے لکھا ہے کہ ”اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے جس سے کہ اُس کی غمگین اور اُداس حالت کا خوب پتہ لگتا ہے - اور ایسی حالت میں حواریون کا اپنا فرض تھا کہ وہ اُٹھتے اور گڑگڑاتے ہوئے خدا کی درگاہ میں گر پڑتے اور غم اور فکر کے مارے مر ہی جاتے کیونکہ اُس وقت اُن کے نجات دہندہ مسیح پر ایک آفت کا وقت اور تکلیف کا گھنٹہ تھا اور چاہیئے تھا کہ ساری رات دعا کرتے اور اس قدر آہ وزاری کرتے کہ اُن کی دعا سنی جاتی ورنہ کم سے کم وفاداری کا حق ادا کرتے اور وہ شخص جس نے اُن کے دین کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اور دکھ اٹھائے تھے اور جسنے اُن کے ایمان کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی تھی اُس کی تکلیف کے وقت وہ رونے چلاتے اور اس قدر غم کرتے کہ زمین کانپ

جاتی اور عرش ہل جاتا۔ اور اگر خود انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو جب مسیح نے اُن سے التجا
کی کہ وہ جاگیں اور دعا مانگیں اور خدا کے آگے عاجزانہ طور سے آہ وزاری کریں تو اُن کو چاہئے
تھا کہ وہ اُس کی بات سنتے اور دعا مانگتے اور اپنے اوستاد کے غم سے خود بھی غمگین ہوتے
اور جب کہ مسیح کی زندگی سے اُن کو اور دوسرے فوائد کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا
کہ اُس کی صحبت سے وہ دین میں کامل ہوتے اور اُن رموزات الٰہیہ سے واقف ہوتے
جنکو سوائے مسیح کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تین برس کی
وہ محنت جو کہ اُسنے حواریوں کے نیک بنانے میں کی تھی۔ بالکل رائگان اور فضول تھی۔ اور
اس تعلیم نے جو کہ اُس نے حواریوں کو دی تھی اُن کے دل میں اتنا اثر بھی نہیں کیا کہ آئندہ تعلیم کے
لئے ان کے دل میں شوق پیدا ہو جاتا اور جب کہ انکو معلوم ہوا کہ اُن کا استاد یعنی یسوع
اُن سے جدا ہونے لگا تو چاہئے تھا کہ وہ سخت بے قرار ہوتے اور فکر سے سر نہ اٹھا سکتے
مگر برخلاف اِس کے وہ اُس رات کو بھی بڑے آرام اور چین سے سوئے اور تین دفعہ مسیح نے
گھبرا کر انکو جگایا اور دعا کی تاکید کی۔ مگر اُس نے اُن کو جب دیکھا تو سوتا ہی پایا اور تعجب ہے
کہ مسیح تو تین برس تک اُن کے لئے تکالیف اٹھاتا رہا اور رنج وغم سہتا رہا۔ مگر وہ ایک رات
کے لئے بھی اُس کے لئے نہ جاگ سکے۔ اور یہ بات سوائے ان دو باتوں کے نہیں ہو سکتی
کہ یا تو حواری مسیح سے کوئی الفت اور محبت نہیں رکھتے تھے۔ یا اُن کو اسکی بات پر اعتبار نہ
تھا۔ پس اگر پہلی صورت تھی اور حواری مسیح سے کوئی محبت نہیں رکھتے تھے تو بھی مسیح کی تعلیم
ناقص ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح نے تین سال تک کوشش اور سعی کر کے بارہ حواری
پیدا کئے۔ اور اُس کو انپر اس قدر فخر اور ناز تھا۔ کہ وہ کہتا ہے کہ ان کا ماننا میرا ماننا ہے اور اُن
کا انکار میرا انکار ہے۔ مگر جب امتحان کا وقت آیا۔ اور آزمائش کی چادر ان پر ڈالی گئی تو وہ مسیح کو
اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے اور اگر دوسری صورت ہے۔ اور اُن لوگوں کو مسیح کی بات پر اعتبار
نہ تھا۔ تو پھر ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ مذہب کے بارہ میں انہوں نے اُس پر اعتبار کر لیا اور
اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف کسی غرض سے انہوں نے مسیح کو قبول کیا تھا۔ ورنہ مذہبی
طور سے وہ اُسکو جھوٹا اور مفتری سمجھتے تھے اور اُس صورت میں بھی ان کو مسیح سے محبت نہیں ہو سکتی

پس مسیح کی تمام کوششیں اور محنتیں محض فضول اور بیہودہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور اُس کی تعلیم کا کوئی ایسا اثر ہم کو نظر نہیں آتا۔ جو تسکین دہ ہو۔ بلکہ انجیل میں لکھا ہے کہ ”تب ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا۔ جو میں تمہیں اُسے پکڑوا دوں تو مجھ کیا دو گے۔ تب انہوں نے اُس سے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اُسے پکڑوانے کے لیے قابو ڈھونڈھتا تھا“ دیکھنا چاہیئے کہ کیسا گندہ وہ اثر ہے جو حواریوں کے دلوں پر ہوا ہے۔ تیس روپے کی حقیقت ہی کیا ہے جس کے لئے وہ اپنے استاد کو پکڑواتا ہے اور اُس سلوک اور مہربانی کا خیال نہیں کرتا جو کہ اُس نے اس پر کی اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حواری اُن دو میں سے ایک ہے جن کی نسبت ہم اِس مضمون میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور جنہوں نے وفا اور حیا دونوں کو پامال کیا اور اپنے اُستاد کو تکلیف کے وقت میں اکیلا چھوڑ دیا تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ اُس کا ساتھ دینے میں اُن کو بھی کوئی تکلیف پہنچ جائے اور مرقس باب چودہ۱۴ آیت اٹھارہ میں ہے کہ جب ”وے بیٹھ کے کھانا کھانے لگے یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایک تم میں ہے جو میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ مجھے پکڑوائے گا“ اس جگہ بھی یسوع یہودا اسکریوتی پر افسوس ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ”افسوس اُس شخص پر جس کے وسیلہ ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اُس آدمی کے لئے بہتر تھا کہ پیدا نہ ہوتا“ اور اِس کلام کا بھی کوئی اثر یہودا اسکریوتی پر نہیں ہوا۔ بلکہ باوجود مسیح کے اس قدر گھبرانے اور یہودا پر افسوس کرنے کے وہ کھانا کھانے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ اور فریسیوں کو لیکر اس کے پکڑوانے کے لئے آیا۔ اور پکڑنے والوں کو یہ پتہ بتلایا۔ ”کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اُسے تم پکڑ کے حفاظت سے لیجاؤ“ پس یہ تو ایک حواری ہے۔ جس نے باوجود استاد یعنی یسوع کے بہت سے احسانات کے صرف تیس روپے کے لئے پکڑوایا اور باوجود اِس کے کہ اُسنے یہ بھی کہا کہ افسوس ہے اُس پر جو مجھے پکڑوائیگا اور اُس طرح گویا کہ التجا کی کہ مجھکو نہ پکڑوا مگر اُس نے کوئی پرواہ نہ کی اور اُس کو پکڑوا دیا۔ اور یہ ایک دنیاوی ذریعہ تھا۔ جس کی وجہ سے یسوع پکڑا گیا اور اگر یہ سبب نہ ہوتا تو وہ پکڑا نہ جاتا۔ مگر ایک اور روحانی ذریعہ تھا۔ جس سے وہ بچ سکتا تھا۔ اور وہ اُس

کی دعا تھی - مگر اُس میں بھی حواریوں نے سخت سستی دکھلائی ہے - جیسا کہ میں کچھ پہلے لکھ آیا ہوں اور کچھ اس موقعہ پر لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے - مرقس باب ۱۴ آیت ۳۳ تا ۴۲ ”پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیا اور وہ گھبرانے اور بہت اُداس ہونے لگا اور ان سے کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گرا اور دعا مانگی - کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اِس پیالہ کو مجھ سے ٹالدے - لیکن نہ وہ جو میں چاہتا ہوں - بلکہ جو تو چاہتا ہے - پھر وہ آیا اور انہیں سوتے پایا اور پطرس کو کہا اے شمعون تو سوتا ہے - کیا تو ایک گھڑی جاگ نہ سکا - جاگتے رہو اور دعا مانگو تا ایسا نہ ہو کہ تم امتحان میں پڑو روح تو مستعد پر جسم سُست ہے وہ پھر گیا اور وہی بات دعا میں مانگی اور پھر آکے اُنہیں سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں بھاری تھیں اور وے نہیں جانتے تھے کہ اُس کا کیا جواب دیویں پھر تیسری بار آکے انہیں کہا کہ اب سوتے رہو اور آرام کرو بس وقت آپہنچا دیکھو ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھوں میں حوالہ کیا جاتا ہے - اٹھو ہم چلیں دیکھو وہ جو مجھے پکڑواتا ہے نزدیک ہے“ اِس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یسوع سخت گھبراہٹ اور پریشانی میں گرفتار تھا اور اِس لئے وہ اپنے ساتھیوں کو ترغیب دلاتا تھا - کہ وہ اُس کے لئے دعا کریں اور آہ و زاری کریں تا ایسا ہو کہ خدا کسی کی سُنے اور وہ آنے والی مصیبت اُس پر سے ٹل جائے - اور یسوع اور حواری جانتے تھے کہ دنیاوی وسیلہ تو اب کوئی رہا نہیں کیونکہ اپنے میں سے ہی ایک آدمی نے فریسیوں کو پتہ بتا دیا ہے اور صرف دعا کا ہی بھروسہ ہے مگر ... یسوع کے بار بار کہنے پر بھی اُن کے دلوں میں کوئی جوش پیدا نہیں ہوا - بلکہ مسیح تو اکیلا زمین پر پڑا ہوا رویا کیا - اور حواری مزے سے سوتے رہے اور اتنا ہی خیال نہ کیا کہ اپنے استاد اور نبی کو تسلی ہی دیں اُس کے لئے دعا ہی مانگیں - ایک چھوٹا سا بچہ بیمار ہوتا ہے تو اُس کے والدین ساری رات جاگتے ہیں - حالانکہ اُس کی کوئی ہستی ہی نہیں ہوتی - اور ایک باپ یا ماں اگر بیمار ہو تو بچے سراسیمہ و پریشان ہوتے اور اُس کیلئے دعائیں مانگتے ...... ہیں - اور اس قدر آہ و زاری کرتے ہیں کہ دیکھنے

والون کا کلیجہ ہل جاتا ہے۔ مگر یسوع جسکو عیسائی خدا کا بیٹا اور اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں اُس کی موت کا وقت آیا اور غم اور فکر نے اس کی کمر توڑی اور حواری آرام سے سوتے رہے انہون نے اُس کا اتنا بھی خیال نہ کیا جتنا ایک چھوٹے بچے کا اُس کے رشتہ دار یا ایک ہمسائے کا ہمسایا خیال رکھتا ہے۔ مسیح بار بار چلاتا تھا۔ اور روتے ہوئے کہتا تھا۔ کہ ''میری جان کا غم موت سا ہے''۔ اور پھر منہ کے بل گر کے دعا مانگتا تھا کہ ''اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے''۔ مگر حواری اس آہ وزاری کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے مسیح ان کی حالت کو دیکھکر کیا خیال کرتا ہوگا۔ اور ایسی تعلیم پر اُس کو کیا بھروسہ رہگیا ہوگا۔ غرضیکہ اس طرح وہ دروازہ جو دعا کے رنگ میں کھلا تھا اور جس میں سے گزر کر مسیح سنگدل دشمنوں کے قبضے سے بچ سکتا تھا۔ صرف حواریوں کی کم ایمانی بلکہ بے ایمانی کی وجہ سے بند کیا گیا اور ان کا استاد جس نے ان پر بہت کچھ احسانات کئے تھے آخر کار اُن دشمنون کے قبضہ میں آگیا جنکی نسبت اس کا خیال تھا کہ وہ اُن کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ پس یہ تو عام طور سے حواریون کا حال تھا جو کہ مسیح کے چند سو مریدون میں سے چنے ہوے تھے اور جن پر اُس کو ایسا بھروسہ تھا۔ کہ ان پر ایمان لانے کو وہ اپنے پر ایمان لانا بلکہ خدا پر ایمان لانا قرار دیتا تھا۔ پس جبکہ ایسے لوگ پھر گئے۔ تو باقیون کا حال تو ظاہر ہی ہے۔ بلکہ اس موقعہ پر باقیون کا کوئی ذکر ہی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو۔ کہ وہ پاس بھی نہیں آئے اور حواریون نے نہ صرف دعا سے وقت کوتاہی کی اور مسیح کی تکلیف کے وقت اُس کی مدد نہ کی اور ساتھ دینے سے جی چرایا بلکہ انہون نے مسیح کے پکڑے جانے کے وقت اتنی دلیری بھی نہیں کی کہ وہان کھڑے ہی رہتے بلکہ لکھا ہے کہ ''وہ وہان سے کھسک گئے''۔ جیسا کہ مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ میں ہے کہ ''تب وے سب اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے''۔ اور اس کے علاوہ ایک حواری کا خاص طور پر میں ذکر کر آیا ہون جو کہ یہودا اسکریوطی تھا اور جس نے اپنے استاد کو تیس روپے پر بیچ دیا اور اب میں دوسرے حواری کا ذکر کرنا چاہتا ہون جس کا نام پطرس یا شمعون تھا۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہ مسیح کی وفات کے بعد جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں حواریون کا ایک طرح سے سرگروہ بنا ہے اور جس کے بہت سے معجزے کتاب اعمال میں لکھے ہیں اس شخص نے دعویٰ کیا تھا اور مسیح کو کہا تھا کہ ''اگرچہ سب ٹھوکر کھائیں پر میں نہ کھاؤنگا''۔ اور اس طرح گویا کہ اس نے

اپنا ایمان ثابت کرنا چاہا تھا اور یہ ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کہ وہ خدا کے تو سے جو کہ مسیح سے اسکو ملا تھا بکلی توہی اسوقت جبکہ مسیح نے گھبرا کر اور آنیوالی مصیبت سے خوف زدہ ہو کر چاہا کہ خدا سے التجا کرے۔ کہ وہ اس امتحان کو ٹال دے اور اسنے ایک جگہ جا کر عاجزی سے دعا مانگنی شروع کی تو یہی پطرس تھا جو بار جو دبار بار اٹھائے جانیکے پھر سو جاتا اور ہرگز ہرگز اپنے استاد کی بریت کے لئے دعا مانگنے کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا اور پھر جبکہ تمام حواری بھاگ گئے تو اسوقت یہ چھپ کر دیکھنے گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور مسیح سے کیا سلوک کیا جاتا ہے اور وہاں پہنچکر نوکروں میں بیٹھا تاکہ اسکو کوئی پہچان نہ سکے اور وہاں اسکے ساتھ جو کچھ واقعہ ہوا اسکو انجیل ان الفاظ میں بیان کرتی ہے جیسا کہ متی باب ۲۶ آیت ۶۹ تا ۷۵ میں ہے
"جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا ہوا تھا ایک لونڈی نے اسکے پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کیساتھ تھا پر اسنے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے پھر جب وہ اسارے کی طرف باہر چلا ایک دوسرے نے اسے دیکھکر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اسنے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پھر اس پاس آکے کہا بیشک تو بھی انہیں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اسنے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا اور ہیں مرغ نے بانگ دی" پس یہ دوسرا حواری ہے جسنے امتحان کیوقت ایسا برا نمونہ دکھایا کہ نہ صرف جھوٹ ہی بولا بلکہ یسوع پر لعنت بھی کی پس حواریوں کو دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی تعلیم اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس سے کوئی ایسی قوم پیدا ہو سکے جو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور ان دو حواریوں نے ایسا قابل شرم نمونہ دکھایا ہے۔ کہ اگر قرآن مسیح پر سے الزامات کو دور نہ کرتا تو قریب تھا کہ تمام دنیا میں وہ ایک بہت ہی فریبی (نعوذ باللہ) اور بدباطن انسان سمجھا جاتا اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اسنے قرآن شریف کے ذریعہ ان تہمتوں کو جو کہ مسیح پر لگائی گئی ہیں دور کیا ورنہ حواریوں کا چلن اور دیگر باتیں جو کہ انجیل ظاہر کرتی ہے وہ اس قابل نہیں کہ عام طور سے پیش کی جائیں بلکہ گرجا کی چار دیواری کے اندر ایک گوشہ میں چھپا رکھنے کے لائق ہیں کیونکہ انکو دیکھکر اور سنکر ایک دنیا مسیح سے بدظن ہو رہی ہے
اب ہم دوسری بات شروع کرتے ہیں یعنی مسیح محمدی کے حواریوں کا ذکر کرتے ہیں کہ برخلاف ان بزدل اور ڈرپوک حواریوں کے جنہوں نے مسیح ناصری کا ساتھ چھوڑ دیا ان لوگوں نے اپنے جان مال اور

آبرو کی پرواہ نہ کرکے ان اعتقادات کو نہیں چھوڑا جنکی ان کو تعلیم دی گئی تھی اور یہ ایک ایسی بات ہے جو کہ اسکی سچائی اور اسلام کی سچائی کا ایک بین ثبوت ہے کیونکہ اس مسیح کی تعلیم سے ایسے انسان پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے گناہوں کو ترک کردینے اور خدا کے حکموں کے قبول کرنے میں طاقت سے بڑھکر نمونہ دکھایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی سنت کے موافق بہت ہیں جو تکلیف دیئے گئے ہیں اور صرف اس لئے کہ اہنوں نے حق کو مانا اور بہت سے ہیں جو صدق کو قبول کرنیکی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالدیئے گئے۔ اور اہنوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور بہت سے ہیں کہ جنکو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں نوکریوں سے موقوف کیا گیا رشتہ داروں سے الگ کیا گیا اور جنکے تجارتی کاروبار میں نقصان پہنچایا گیا اور ہر طرح کی تکلیفیں اور آزار دیئے گئے مگر اہنوں نے خدا کی آواز کو سنا اور اسکا جوابدیا اور اسکے برخلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ ہاں باوجود اسکے کہ اس مسیح کے ماننے والوں کو بہت کچھ دھمکیاں دی گئیں انکے مال لوٹنا جائز بلکہ ثواب سمجھا گیا انکی عورتوں کی پردہ دری حلال سمجھی گئی اور انکا قتل مطابق منشاء الہٰی سمجھا گیا مگر اہنوں نے ان تمام دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا اور اسکا دامن نہ چھوڑا جسکا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھا پس وہ برگزیدہ ہوئے اور خدا کے نزدیک انکی ویسے ہی درجہ ہوئی جیسے پہلے صلحاء کے ہوتے تھے اور انپر خدا نے اپنے فضل اور اپنی عنایات کو وسیع کیا اور اسقدر برکت دی کہ بہت سے دل خدا تعالیٰ کی طرف ایسے جھکے کہ گویا اسی کے ہوگئے اور کسی اور چیز کی انکو ہوش نہ رہی اور بہت سے ایسے ہوگئے کہ خدا نے انکو اپنے کلام سے مشرف کیا تا کہ انکو مسیح کے کلام پر یقین کامل ہو اور تا کہ ایسا ہو کہ انکا ایمان حق الیقین تک پہنچ جائے اور ان کو ایسی یکسوئی اور آرام نصیب ہوا کہ وہ اسی دنیا میں ہی جنت کی سیر کرنے لگے اور یہ تمام اس لئے ہوا کہ اہنوں نے خدا کے لئے تکلیفیں اٹھائی تھیں اور طرح طرح کے دکھ جھیلے تھے اور انکی حفاظت اور اپنا نام ظاہر کرنیکے لئے خدا نے قسم قسم کے عذاب نازل کئے تا کہ وہ لوگ جو کہ اسکا انکار کرتے اور اسکے پیاروں سے لڑتے ہیں تباہ ہوں اور ایسے لوگ انکی جگہ لیں جنکو خدا سے محبت رسول سے الفت اور اسلام سے انس ہو اور یہ ہیں مسیح موعود کے مریدوں کا عام طور سے نقشہ کھینچا ہے اگر انکے ایمان اور یقین کو مفصل بیان کیا جائے۔ تو وہ ایک دفتر میں بھی نہ سمائے مگر اسصورت میں جب خدا کی ارادہ ہو کہ اسکا حال دنیا پر ظاہر کیا جائے ورنہ انکے ایمان یقین اور استقلال کا بیان کرنا ایک مشکل بلکہ ناممکن بات ہے اور ان تکالیف کا بیان کرنا بھی ناممکن ہے جو کہ انکو دی گئیں۔ مگر

اس جگہ میں مسیح ناصری کے دو حواریوں کے مقابل میں مسیح قادیان کے دو حواریوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تا کہ دنیا دیکھے کہ اسنے خدا کی قوت قدوسیت سے کتنا حصہ لیا تھا اور اسنے کتنا حصہ لیا ہے اور یہ کہ اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا ہے اور اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا تھا پس پہلے میں میاں عبد الرحمٰن شہید کا ذکر کرتا ہوں جنکو میں پطرس کے مقابلے میں رکھکر دونوں کے ایمان کا مقابلہ کرونگا اور اسجگہ پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان کا اندازہ خدا ہی جانتا ہے مگر ہم انسان کے ظاہر اعمال کو دیکھکر اندازہ لگاتے ہیں اور نیز ایسے اعمال سے جو کہ خدا کے ارادہ کے مطابق اسکا ایمان ظاہر کرنیوالے ہوں اور یہ میاں عبد الرحمان جنکا میں ذکر کرنے لگا ہوں خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مسیح موعود کا ذکر سنکر اور آپکے موافقوں اور مخالفوں کے دلائل پر غور کرکے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ شخص جسکا وعدہ علاوہ قرآن وحدیث کے دوسری کتب نے بھی کیا ہے یہی ہے جیسا کہ انجیل میں بھی ہے کہ ابھی یہ زمانہ نہ گزریگا کہ میں جلال کے ساتھ آؤنگا اور جب اپنر سچائی کھل گئی اور حق روشن ہو گیا تو انہوں نے مسیح موعود کی بیعت کر لی اور اپنے استاد صاحبزادہ عبد اللطیف کے ارشاد سے کئی دفعہ قادیان آئے اور خدا کے مامور کی صحبت میں رہکر اس نور سے بہت کچھ حصہ لیا جسکے پھیلانے کے لئے وہ اسوقت دنیا میں مبعوث ہوا ہے مگر جب انکی اس آمدرفت کا حال افغانستان میں مشہور ہوا اور امیر کو یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص جس آدمی کا مرید ہوا ہے وہ جہاد کا سخت مخالف ہے اور دوسرے خود میاں عبد الرحمٰن نے بھی افغانستان میں جا کر مسئلہ جہاد کے برخلاف ذکر کرنا شروع کیا اور باوجود اسبات کے جاننے کے کہ امیر عبد الرحمٰن جہاد کا موید ہے انہوں نے جہاد کے مخالف اپنا اعتقاد پھیلایا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر عبد الرحمٰن نے انکو بلا کسی شرعی عذر کے قتل کروا دیا اور یہ ایک امتحان تھا جو کہ میاں عبد الرحمٰن کو پیش آیا اور انہوں نے اس ثابت قدمی سے خدا کے رسے کو پکڑے رکھا کہ خدا اور خلق دونوں کے نزدیک سرخرو ہوئے حالانکہ پطرس نے امتحان کے پیش آنے پر خدا اور اسکے رسول کو چھوڑ دیا مگر نہیں خدا کو چھوڑنا کیا اسکو تو کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں پس یہ کہنا بجا ہے کہ اُسنے خود اپنے آپ کو چھوڑ دیا اور وہ انعام جو کہ امتحان میں پورا اترنے کی حالت میں اسکو ملنا تھا اس سے محروم رہا اور دعوے میں جھوٹا رہا۔ جو کہ اُسنے مسیح کے سامنے کیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑونگا یہاں تک کہ اگر میری جان پر بھی بن جائے تو بھی تم مجھکو ثابت قدم

پائے گے مگر جونہی امتحان کا وقت آیا وہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور حالانکہ میاں عبدالرحمٰن کو تو جان کا خوف تھا اور اسکو جان کا کوئی خوف نہ تھا اور صرف لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ بھی مسیح کے ساتھ ہے یا نہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسکو کچھ قید ہو جاتی کیونکہ حواریوں کا حضرت عیسٰی کے صلیب دئے جانے پر کھلے پھرنا اور گورنمنٹ کا معترض نہ ہونا بلکہ یہودیوں کا بھی خاموش رہنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو مسیح کے سوا ان لوگوں کے ساتھ کوئی دشمنی عداوت یا کینہ نہ تھا چنانچہ مسیحی تعلیم پھیلاتے رہے۔ اور لوگوں نے انکو کوئی بڑی تکالیف نہیں پہنچائیں اور اسی وجہ سے انکو عیسائیت کی تعلیم پھیلانے کا خیال بھی آیا ورنہ یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے اور یہود ان سے اسلئے غافل ہو گئے کہ انہوں نے بہت سی ایسی بدعات اپنے مذہب میں ملالیں اور یہودیوں اور دوسری قوموں سے صلح کر لی پس یسوع کے مرتے ہی عد[illegible] نہیں رہا تھا بلکہ اسکی شکل بہت بدل گئی تھی اور اس زمانہ میں تو بالکل ہی بدل گئی ہے غرضیکہ پطرس کو جان کا بالکل ڈر نہ تھا اور اسلئے اسکو جو ابتلا پیش آیا تھا وہ میاں عبدالرحمٰن کے ابتلاء سے کہیں گھٹکر تھا اور اسکا امتحان کیوقت پھر جانا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی تعلیم میں اسقدر قوت طاقت اور جذب نہ تھا کہ وہ ایک شخص کو جو اسکے خاص الخاص حواریوں میں سے تھا کئی سال کی صحبت سے بھی پاک وصاف کر سکے حالانکہ اس مسیح کی صحبت میں چند مہینہ رہنے والے انسان یعنی میاں عبدالرحمان نے بلا کسی خوف یا خطرہ کے نہ صرف اپنے آپ کو اسکا مرید اور اسکے اعتقادات کا معتقد ظاہر کیا بلکہ کابل جیسی خوفناک جگہ میں علی الاعلان دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغ کی اور خاصکر اس مسئلہ میں جو کہ امیر عبدالرحمان کے منشا کے برخلاف تھا اب میں مسیح محمدی کے دوسرے حواری کا ذکر کرتا ہوں جنکا نام مولوی عبداللطیف تھا۔ اور یہ خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے اور وہاں کے بڑے بڑے اکابر اور علماء میں بھی سر برآوردہ تھے اور انہوں نے ہی امیر حبیب اللہ کی تخت نشینی کے وقت دستار بندی کی رسم ادا کی تھی اور قریباً دس سال کا عرصہ ہوا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کا ذکر سنا اور انکے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ مدعی کا دعوےٰ ضرور سننا چاہیئے اور خیال کیا کہ چونکہ زمانہ کی حالت ایک مصلح کی ضرورت محسوس کرتی ہے اسلئے کیا تعجب ہے کہ خدا نے امت محمدی سے ایک ایسا آدمی چن لیا ہو اور خصوصاً جب اس امت کے موسوی امت سے مشابہت ہے تو کیا وجہ کہ جیسا ایک مسیح یہودیوں میں آیا تھا اسی طرح

آبنو الا مسیح اسی امت سے ہو اور ان خیالات کی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہا اور کوشش اور سعی سے کچھ کتابیں مہیا کرلیں جنکے پڑھنے سے انکو یقین ہو گیا کہ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہوا اور وہ شخص جس نے آخر زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آنا تھا وہ آگیا اور اس کی مزید تحقیقات کے لئے انہوں نے میاں عبد الرحمن کو قادیان بھیجا جنکی شہادت کا میں پہلے ذکر کرآیا ہوں اور انہوں نے واپس جاکر جو گواہی دی وہ بالکل صاحبزادہ عبد اللطیف کے خیال کے مطابق تھی پس انہوں نے سچائی کا انکار کرنا بالکل نامناسب سمجھا اور فوراً بیعت کرلی - اور چونکہ وہ ملک افغانستان کے رہنے والے تھے جہاں ذرہ سے اختلاف پر بھی جان کا خطرہ ہوتا ہے اور دوسرے میاں عبد الرحمن کا حال دیکھ چکے تھے اسلئے کھلے طور سے قادیان نہ آسکتے تھے اور دربار کابل سے اس بارہ میں اجازت لینا ایک امر محال تھا پس انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور راہ ... قادیاں ٹھہرنیکا ارادہ کیا اور امیر صاحب سے حج کی اجازت لیکر چل پڑے اور قادیاں میں ارادہ کے مطابق آکر ٹھیرے اور حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فائدہ اٹھاکر وہ درجہ حاصل کیا کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بھی سرفراز ہوئے اور خدا تعالیٰ نے انکو اپنے نیک بندوں میں شامل کیا اور اپنے ارادے کے پورا کرنیکے لئے چن لیا اور چونکہ مسیح موعود کی صحبت میں رہنا بہ نسبت حج کے زیادہ ضروری تھا کیونکہ حج سے تو صرف اپنے نفس کو ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نبی کی صحبت میں رہنے سے انسان ایک گروہ کثیر کو فائدہ پہنچا سکتا ہے پس انہوں نے حج کا ارادہ کسی آیندہ سال پر ملتوی کردیا اور باقی وقت بھی قادیان میں گذار دیا اور ایک کافی عرصہ یہاں رہے اور پھر حضرت مسیح موعود سے اجازت لیکر اپنے وطن کو واپس لوٹے اور کابل میں جانیسے پہلے مناسب سمجھا کہ امیر صاحب سے وہاں آنیکی اجازت حاصل کرلیں چنانچہ انہوں نے ایک اپنے شاگرد کو خط لکھا اور اسمیں یہ تحریر کیا کہ "اگرچہ میں حج کرنیکے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہوگئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اسکی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیاں میں ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا" پس دیکھنا چاہیے

ع۱ یہ عبارت تذکرۃ الشہادتین کی ہے جو کہ خود حضرت مسیح موعود نے عبد الرحمن اور مولوی عبد اللطیف کے شہید ہونے پر تصنیف کی تھی اور آیندہ بھی جہاں بغیر حوالہ کے کوئی عبارت نقل کی جاویگی وہ اسی کتاب سے ہوگی۔

کہ اسمیں انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی قادیان آنیکا اقرار کیا اور کسی سختی یا تکلیف سے نہیں ڈرے اور یہ خط اسلئے بھیجا تھا کہ امیر صاحب کے آگے پیش کر کے ان سے کابل میں آنے کی اجازت لی جائے اور اسکے پیش ہونے پر امیر صاحب نے دھوکے سے انکو کابل بلوایا اور" وہ جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی انکے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اسلئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے انکو فاصلہ پر کھڑا کرو پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ انکو اس قلعہ میں جسمیں امیر صاحب خود رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اسمیں ہتھکڑی بھی شامل ہے نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو پھر اسکے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے۔ اور اس عرصہ میں کئی دفعہ انکو امیر صاحب کی طرف سے فہمایش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دیجائیگی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنیکی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ درحقیقت وہ مسیح موعود ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اسوقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود بار بار موقع دئے جانیکے مولوی عبد اللطیف صاحب نے جھوٹ کی تائید سے قطعاً انکار کیا اور بالکل پرواہ نہیں کی کہ سچ بولنے سے میری جان اور مال پر ہی خطرہ نہیں بلکہ میری عیال و اطفال بھی معرض خطر میں ہیں اور ضرور ہے کہ میرے بعد ان سے سخت سے سخت سلوک کیا جائے اور ہر طرح کی سزا انکو دی جائے اور انہوں نے اسموقع پر مسیح سے زیادہ دلیری دکھلائی ہے کیونکہ مسیح کو تو توبہ کا ایک بھی موقع نہیں دیا گیا۔ اور انکو ایک چھوڑ کئی موقعے دئے گئے تھے پھر بھی انہوں نے حق کو باطل پر ترجیح دی اور سچ کو جھوٹے پر مقدم سمجھا اور ان دنیا کے کیڑے مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی جو اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے علماء کے گروہ کو سخت بدنام کر رہے ہیں اور جنکے دلونکو خدا کا خوف چھو بھی نہیں گیا پس اس نمونہ کے دکھلانے سے انہوں نے نہ صرف مسیح کے حواریوں کو ہی مات کیا بلکہ خود اس سے بڑھکر نمونہ دکھلایا اور اس مسیح محمدی کی تعلیم کے اثر

کی اپنے خون کے حرفوں کیساتھ تصدیق کی اور پھر انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اپنی موت سے بہت ڈرتا تھا اور آنیوالا واقعہ اسکو ہیبت ناک شکلوں میں ڈراتا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح نے اُسوقت کہا روح تو مستعد مگر جسم سست ہے لیکن اسکے اس قول کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ روح کو دیکھنا تو انسان کے لئے مشکل ہے اور ایک انسان کی حالت اسکے ظاہری چال چلن پر قیاس کیجاتی ہے پس مسیح کی ظاہرہ گھبراہٹ بتاتی ہے کہ اسکی روح بھی مستعد نہیں تھی اور برخلاف اسکے مولوی عبد اللطیف صاحب جب اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے۔ "کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی اپنی قربانی اپنے دل میں ٹھان چکے تھے اور انکے عمل نے ثابت کیا کہ انکی روح اور انکا جسم دونوں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مستعد تھے اور اسکے لئے انکی قربانی کی ضرورت تھی سو انہوں نے دی اور پھر مولوی صاحب کی قید کے حالات میں لکھا ہے کہ "جب چار مہینے قید کے گذر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائیش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اسکے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو۔ تو تمہاری جان بخشی کیجائیگی اور تم عزت کیساتھ چھوڑے جاؤ گے شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے۔ کہ میں سچائی سے توبہ کروں اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ جسکا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبد اللطیف صاحب حق کی تائید میں کیسے ثابت قدم تھے اور اس زمانہ قید میں مولویصاحب نے وہاں کے ملانوں سے بحث کرنیکا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ قرآن و حدیث سے میں ثابت کرونگا کہ درحقیقت مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے اور اسکو امیر نے منظور کر لیا اور اسکی دوسرے مولویوں سے بحث کرائی گئی۔ گو یہ بحث تحریری تھی جسکو عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ انپر حق کھل نہ جائے اور جب وہ لوگ بحث میں ہارنے لگے تو انہوں نے مسیح کی موت کی نسبت مولویصاحب سے سوال کیا جسکا انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئینگے قرآن کریم انکے مرنے اور واپس نہ آنیکا گواہ ہے تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سنکر اپنے کپڑے پھاڑ دئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا کہ اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا" آخوندزادہ

صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتوے لگ گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں
نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں
یہ مجھ سے نہیں ہو گا تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی
دیا مگر شہید مرحوم نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھسے امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں" اور
ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث پیش کرتا ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں مگر یہ
اسلئے ہوا کہ ضروری تھا کہ خدا موسوی مسیح پر محمدی مسیح کو فوقیت دے غرضیکہ اس فتوے کے بعد
بھی مولوی صاحب کو بار بار موقعہ دیا گیا کہ وہ سچ سے توبہ کریں اور جھوٹ کی نجاست کھائیں مگر انہوں
نے حق کے مائدہ سے منہ نہ پھیرا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی طرح نجاست سے بچے اور اُن تمام تکالیف
اور مصیبتوں کو برداشت کرنیکا ارادہ کر لیا جو کہ بصورت انکار کے انکو پیش آتی تھیں اور انکے سچ پر
قایم رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ" امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اسمیں رسی ڈال دی جائے
اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنیکی جگہ تک پہنچایا جائے چنانچہ اس ظالم امیر کے
حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کیساتھ اس میں رسی ڈالی گئی تب اسی رسی
کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کیساتھ مقتل تک لے گئے" پھر
لکھا ہے کہ "شہر کی ہزارہا مخلوق جنکا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی جب مقتل
پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں
گاڑ دئے گئے امیر انکے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتا ہے
انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقع ہے جو تجھے
دیا جاتا ہے اور اپنے عیال پر رحم کر تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو
سکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جنکے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھسے
ایسا ہرگز نہ ہو گا اور میں حق کے لئے مروں گا تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اسکو جلد
سنگسار کرو" اور آخر جب وہ لوگ اس بات سے ناامید ہو گئے کہ مولوی صاحب جھوٹ کی پیروی کرینگے اور
انہوں نے جان لیا کہ وہ کبھی سچ کو نہیں چھوڑینگے" تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ۔ کہ تم
نے کفر کا فتوے لگایا ہے" تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم

کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی بعد اسکے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو یہانتک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا" پس اب دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ یہ نمونہ تھا کہ جس سے ایک استاد کی سچائی ظاہر ہوتی یا مسیح موسوی کے حواریوں کا نمونہ وہ تو صرف روپیہ کے لالچ یا ذرا سے نقصان کی وجہ سے اپنے استاد کو چھوڑ بیٹھے مگر یہ حواری ایسے ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے کہ باوجود مال و جان اور اہل و عیال کی تکالیف کے خطرہ کے اور باوجود توبہ کا موقع بار بار ملنے کے پھر بھی سچ پر قایم رہے اور ایک طرف دنیاوی لالچ اور دوسری طرف مال و جان کے نقصان کو نظر انداز کر کے خدا تعالیٰ کے ہو گئے اور اسی کی اطاعت میں اپنی بہتری سمجھی غرضیکہ ایک تو وہ حواری تھے جو ذرا سے خوف کیوقت بھاگ گئے اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مال و جان کی پرواہ نہ کر کے سچ کا دامن مضبوط پکڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ذرا سی طمع سے استاد کو پکڑا دیا اور ایک یہ جنہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا مگر مسیح محمدی کو نہ چھوڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ایک جھوٹے خوف سے اپنے استاد اور نبی پر لعنت کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے اپنی مال و جان کو قربان کیا اور مختلف قسم کی تکالیف اٹھائیں مگر مسیح کا انکار نہ کیا ایک وہ تھے جنہوں نے خدا کے نبی یا بیٹے کو جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تکلیف میں دیکھکر اس سے کوئی ہمدردی نہ کی اور نہ اسکی بہتری کے لئے دعا کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مسیح محمدی کو قوم کے غم میں غمگین دیکھکر اپنے آپکو قربان کر دیا تا ایسا ہو کہ انکے جسم کے خون سے دنیا میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو مسیح کے منشا کے مطابق ہوں جیسا کہ مولوی عبد اللطیف کا یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ "کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" پس کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسیحی دین خدا کی طرف سے ہے اگر قرآن شریف اور نبی کریم مسیح کی سچائی نہ ثابت کرتے تو ضرور تھا کہ دنیا مسیح کو نعوذ باللہ ایک مذہبی مکار انسان قرار دیتی اور جب ہم مسیح ناصری اور مسیح قادیانی کے تعلیموں کے اثر کو دیکھتے ہیں تو صاف کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ بھی اسوقت ہوتا تو اس مسیح کی اطاعت کرنی اپنا فرض سمجھتا اور اب عیسائی اقوام کو چاہئے کہ اسباب پر غور کریں کہ آیا سچی تعلیم کا اثر وہ ہوتا ہے جو کہ یہود اور پطرس پر ہوا یا وہ جو مولوی عبد اللطیف پر

... اور واضح ہو پس جبکہ حق کھل گیا ہے کیا وجہ کہ عیسائی اس کے انکار کریں اگر وہ انکار کریں تو بھی خدا تعالیٰ بے نیاز ہے اس نے جو ارادہ کیا ہے وہ پورا کریگا مبارک ہیں جو اسکے ارادہ کیساتھ اپنے ارادہ کو شامل کرے [illegible] راقم مرزا محمود احمد

خدا کے قہری نشان

دنیا میں روز بروز تباہی اور ہلاکت کا سلسلہ بڑھ رہا ہے اور کم ہیں جو اسکو دیکھکر نصیحت پکڑتے ہیں خدا کے رسول کا انکار خدا کا انکار ہے پس حیرت ہے انپر جو کہ خدا کے برگزیدہ کا انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں نشانات کی بارش ہو رہی ہے مگر جاہل لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے اور کانوں میں انگلیاں دئے ہوئے لحافوں میں پڑے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے دو طرح کے نشانات ہوتے ہیں ایک رحمت کے اور ایک قہری مگر رحمت کے نشانات انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جو اسکے حکموں پر چلتے ہیں اور ہلاکت ہوتی ہے انکے لئے جو مخالفت سے باز نہیں آتے اسوقت میرا اس بات کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ناظرین کو اُس تازہ نشان سے واقف کروں جو کہ خدا تعالیٰ نے آج کل ظاہر کیا ہے اور ان لوگوں کو جو کہ قادیان کے رسالہ اور اخبار پڑھتے ہیں معلوم ہوگا کہ "بدر" مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء میں یہ الہامات شایع ہو چکے ہیں کہ "ایک موسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے عزت دونگا پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسکو گھسیٹونگا اور دوزخ دکھلاؤنگا" اور "علیٰ مِنَ النَّاسِ وَالعَامۃِ (اے من خواص الناس والعامۃ) یعنے طاعون خاص لوگوں میں بھی پڑیگی اور عام لوگوں میں بھی" اور "لاہور میں ایک بے شرم" اور پھر "ویل لک ولافکِک" ترجمہ اے مخالف تیری پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر پھر "بدر" مورخہ ۴ اپریل میں ہے "میرا دشمن ہلاک ہو گیا من اسد الیکھا خدا نال جاپیا اے" پس ان الہامات کے مطابق الٰہی بخش اکونٹنٹ ۷ اپریل کو چھ بجے شام کے مر گیا ہے یہ شخص اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور اسنے ایک کتاب بنائی تھی جسکا نام اسنے عصائے موسیٰ رکھا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ مرزا صاحب ایک ذلیل انسان ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے کریں تو تجھکو موسیٰ قرار دیتا ہوں اور وہ اپنے آپ کو موسیٰ کہتا ہے پس چونکہ تو ہی ایک موسیٰ   ہے اسلئے میں تجھکو ظاہر کرونگا اور عزت دونگا اور وہ یعنی الٰہی بخش چونکہ موسیٰ نہیں ہے اور ایسا دعویٰ کرتا

علیٰ یہ الہامات بدر مورخہ ۱۴ مارچ الحکم مورخہ ۱۷ مارچ اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲ مارچ ۱۹۰۷ء میں شایع ہو چکے ہیں +

ایک سخت گناہ ہے اس لیئے بوجہ اس گناہوں کے میں اسکو گھسیٹوں گا اور دوزخ دکھلاؤنگا اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ الہی بخش نے دو گناہ کئے تھے ایک تو وہ جو اپنے آپکو بڑا اور میرزا صاحب کو گمنام اور ذلیل سمجھتا تھا دوسرے میرزا صاحب کے جو الہام براہین احمدیہ میں شایع کیا تھا کہ انت منی بمنزلت موسیٰ اسکو جھوٹ اور افترا پر محمول کرتا تھا اور اپنے آپکو موسیٰ قرار دیتا تھا پس خدا نے فرمایا کہ وہ تو تجھکو ایک گمنام اور ذلیل انسان سمجھتا ہے مگر بوجہ تیری سچا موسیٰ ہونیکے میں تجھکو ظاہر کرونگا کہ تو ہی وہ موعود ہے جسکی نسبت پہلے انبیاء نے پیشگوئیاں کی ہیں اور چونکہ وہ کہتا ہے کہ تو موسیٰ نہیں بلکہ وہ خود موسیٰ ہے اور یہ ایک خلاف واقعہ بات ہے اور گناہ ہے اسلئے میں تجھے عزت دونگا اور چونکہ اس نے اپنے آپکو بڑا سمجھا ہے اسلئے میں اسکو گھسیٹونگا یعنی ذلیل کرونگا اور بوجہ سوئیت کے جھوٹے دعوے کے اسکو دوزخ دکھلاؤنگا پس خدا تعالیٰ نے اسکو طاعون کی موت دیکر اپنے کلام کو سچا ثابت کردکھایا اور اس الہام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاعون سے مریگا کیونکہ دوزخ کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں نار کہا ہے اور حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے جسیں کہ آگ طاعون کو کہا گیا ہے پس یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسجگہ اسکی موت کا سبب ظاہر کرتا ہے کہ میں اسکو طاعون کی موت سے مارونگا اور بعد از موت دوزخ دکھلانے کی نسبت خدا خوب جانتا ہے ممکن ہے اسکے دونوں معنے ہوں کہ اس دنیا میں طاعون کی موت سے ہلاک کرونگا اور آیندہ دوسرا عذاب دونگا بہرحال تمام دنیا نے اسکا مفہوم پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا کہ وہ طاعون سے مریگا اور حضرت مسیح موعود کی سچائی پر اپنی موت سے ایک ایسی مہر لگا گیا کہ ایک باحیا مخالف آیندہ انکار نہیں کرسکتا اور خدا سے ڈرنیوالا انسان کبھی اس سے چشم پوشی نہیں کرسکتا اور اسکا میرزا صاحب کے روبرو مرنا ایک اور نشان ہے کہ وہ بھی اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور یہ بھی کہتے تھے پس خدا تعالے نے دنیا کو ایک بڑی گمراہی سے بچانیکے لیئے اسکو موت دیدی اور موت سے پہلے پیشگوئی کردی تاکہ لوگ اس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھیں اور نصیحت پکڑیں اور اس طرح قرآن شریف کی اس آیت کو بھی خدا نے پورا کیا اما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور چونکہ موسیٰ بنی اسرائیل کے نفع کے لیئے ہوئے تھے اور فرعون انکو نقصان

ع۱ اسنے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں لکھا تھا کہ میں نہیں مرونگا جبتک کہ وہ کام جو میری بصیرت پورا نہ کرلوں یعنے جبتک میرزا صاحب کے سلسلہ کو تباہ نہ کرلوں اور وہ مر نہ جائیں چنانچہ اسپر اسکو اتنا یقین تھا کہ اسنے ملتان میں ایک مکان اسلیئے بنوایا تھا کہ پنشن لینے کے بعد وہاں جا کر میں رہونگا اور سوچتا میرزا صاحب کی مخالفت ہی میرا کام ہوگا تاکہ انکا سلسلہ بند ہوجائے مگر عبرت حاصل کرنیوالے عبرت حاصل کریں کہ وہ مرچکا احسان سابادین خدا نے میرزا صاحب کو ایک فتح عظیم دی اور اسی طرح اسکی موت سے میرزا صاحب کی سچائی اور بھی ظاہر ہوگئی ہے

پہنچا رہا تھا پس خدا نے اسکو گھسیٹا اور ذلیل کیا اور موسیٰ کو بچایا اور دنیا پر ظاہر کیا پھر فرعون کو عذاب دکھلایا اور موسیٰ کو عزت دی پس اسی طرح خدا نے اب بھی اسکو جو کہ بالکل بیہودہ گو اور جھوٹا تھا ذلیل کیا اور طاعون کا عذاب دیا اور وہ جو کہ خدا کی طرف سے تھا اور سچا موسیٰ تھا ظاہر کیا اور عزت دی اور مذکورہ بالا الہامات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون سخت پڑیگی اور بڑے بڑے مخالف بھی اب کے اس بیماری سے مرینگے اور لاہور میں ایک بے شرم ہے جس پر خدا تعالیٰ اسکی جھوٹ کی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے۔ اور پھر خبر دیتا ہے کہ عنقریب ہی وہ مر جائیگا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ الٰہی بخش کی حضرت مسیح موعود کی پرانی واقفیت ہونیکی وجہ سے اسکی دشمنی لوگوں پر سخت بد اثر ڈالتی تھی پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک بے شرم ہے کیونکہ اسنے باوجود حضرت صاحب کے حالات جانے اور اسباب کا علم رکھنے کے کہ ایسا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا انکار کیا اور ان کی رسالت کو نہ مانا پس وہ ایک بے شرم انسان تھا جس نے حق کو چھپایا اور خدا سے نہ ڈر کے دنیاوی زندگی کو قبول کیا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آگے چلکر اسپر لعنت کرتا ہے کہ ہلاکت اور لعنت ہو تجھپر اور تیرے جھوٹ پر کہ تو نے میرا خوف نہ کیا اور میری اتباع سے دل چرایا بلکہ جھوٹ کی طرف جھک گیا اور شیطان کی اطاعت کی پس یاد رکھ کہ میں تجھے اس عذاب سے مار دونگا جو کہ میں نے اپنے بندے کی سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے دنیا پر بھیجا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ وَیْلٌ لَّکَ یعنے تجھپر ہلاکت ہو۔ اب تو حق پوشی کے لئے دنیا پر زندہ نہیں رہ سکتا اور پھر زیادہ تشریح کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا "میرا دشمن ہلاک ہو گیا ہن اسدا لیکھا خدا نال جا پیا اے" یعنی دنیا میں جو کچھ اس نے شرارت اور دشمنی مسیح سے کی تھی اسکا بدلہ میں دوسرے جہان میں اسکو دونگا۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکو اس لئے بھی بے شرم کہا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ خدا کے الہام کے ذریعہ میں اس شخص یعنی میرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتا ہوں پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شرم انسان میں تو اسکو اپنے نام کے ظاہر کرنیوالا بتاتا ہوں۔ اور تو کہتا ہے کہ خدا کے الہام سے میں اس کا انکار کرتا ہوں تیرے لئے ہلاکت ہو گیا تو میرے پر جھوٹ باندھتا ہے پس اس فیصلہ کے لئے کہ خدا نے اسکو نہیں کہا تھا کہ میرزا صاحب جھوٹے ہیں اسنے اسکو اپنے پاس بلا لیا تا کہ اسکو اپنے اعمال کا "لیکھا" دے اور بتا کہ میں نے تجھے یہ کب کہا تھا اور اس طرح مرزا صاحب کی سچائی

ثابت کی کہ وہ ابتک زندہ ہیں پس اب بھی مخالفوں کے لئے موقع ہے کہ وہ توبہ کریں اور خدا
سے ڈریں تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں ورنہ یاد رکھیں کہ آج سے ۲۷ برس پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا ہے پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور
آور حملوں سے اسکی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیگا"

ایک اور معجزہ بھی مختصراً یہاں لکھا جاتا ہے کہ یعنے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا کہ "
یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے" جو کہ بدر الحکم اور رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ چکا ہے
اور اسوقت طاعون کی بیماری قادیان میں کسی قدر خفیف ہو کر ہٹ چکی تھی اور امید بھی نہیں تھی
کہ پھر عود کرے گی مگر الہام کے بعد جلد ہی زور کیساتھ پھوٹ پڑی اور خدا کا کلام پورا ہوا۔ کہ
اس شہر میں بلا پڑیگی اور پھر وہ ٹالدی جائیگی اور پھر "واللہ لولا الاکرام لھلک المقام"
بھی ظاہر کرتا تھا کہ یہ لوگ تباہ کر دئے جاتے مگر تیری عزت کی وجہ سے انکو کچھ سزا دیکر چھوڑ
دیا جاتا ہے پس خدا تعالیٰ کا فرمانا پورا ہوا اور پھر یہ الہام کہ "جو دعائیں آج رات قبول ہوئیں ان
میں سے ایک قوت اور شوکت اسلام بھی ہے" اور پھر "ذلیل انسان کا بیڑا غرق ہوگیا" یہ بھی پورے
ہوگئے کیونکہ آریہ لوگ وحی الٰہی کے سخت منکر ہیں اور چونکہ اسی پر اسلام کو فخر ہے اس لئے اس
سے اسکی قوت اور شوکت کو صدمہ پہنچتا تھا پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قوت اور شوکت اسلام
ظاہر کرنیوالا ہوں چنانچہ اسکی تشریح میں فرمایا کہ "ذلیل انسان کا بیڑا غرق ہوگیا" اور دیکھو
آریہ جو کہ وحی کے منکر ہیں ان میں سے ایک چلتا پرزا شبھ چنتک اخبار کا مینجر اور مالک جس نے بوجہ
قادیان کا باشندہ ہونیکے میرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا آج طاعون
سے مرگیا اور اس سے چند دن پہلے اس بیماری سے اُس کا بھائی بھی مرچکا ہے پس اسلام کی
شوکت اور قوت کیسی ظاہر ہوئی ہے کہ وحی کے منکر گروہ کا ایک چالاک اور دریدہ دہن ذلیل انسان
مذکورہ بالا پیشگوئی کے مطابق آج طاعون سے مرگیا اور کتاب قادیان کے آریہ اور ہم اسی شخص کی دریدہ
دہنی کیوجہ سے لکھی پڑی تھی جسمیں حضرت مسیح موعود نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ اب ہمارا اور ان کا فیصلہ
کر کو خدایا وہ دعا سنی اور فیصلہ کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار اگر مناسب ہوا
تو آئندہ اسپر مفصل لکھیں گے۔ والسلام ایڈیٹر

ھذا المرحلتہ یعنی تم دونوں اس مرحلہ سے نہیں چھوٹ سکتے یعنی ایک اچھر جسکی موت کی خبر اوپر درج ہو چکی ہے اور دوسرا سومراج تمت کلمۃ اللہ

؎ آج ۹ تاریخ میں تین بجے کی خبر ہے کہ شبھ چنتک کا ایڈیٹر سومراج جسکو آریہ سنت کے قابل شرم عقیدہ ہوگ پر بھی فخر تھا طاعون سے مرگیا ہے اپنی موت سے اسنے خدا تعالیٰ کے نشان کو پورا کر دیا۔ لا تنقد کا من ...

(مصرع اول) عـ۱ رُمحٌ - قَنَاةٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
اَسَادَةٌ - مُرَّانٌ	
(مصرع دوم) عَسَلٌ وَعَسُولٌ	
اَحکُو وَابَابُو	ہماری باپ دادا نے حکایت کی ہے
(مصرع سوم) خَطِّی - رُدَینِی	
سَمْرِی - سَمْرِیَّةٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
(مصرع چہارم) زَابِلٌ وَاسْفَرُ	
اَیُّهَا الْاَخَوَانُوا	اے بھائیو !
اُسْتُنْتُكَ	پاجامہ میں آزاربند ڈال دے
بُدِاءَ الصَّبِیُّ	لڑکے کو چیچک نکل آئی
جَسِمَ اللَّیلُ تَسَبْسَبَ	بہت رات گذر گئی - سو جا
جَاءَ الْفَقِیرُ اَبَّا	غریب مسافر آیا
کَانَ غُلَامًا بَبَّا	وہ بڑا موٹا النسان تھا
اسْقِنِی الْمَاءَ	مجھے پانی پلا
لِی حَاجَةٌ غَابِیَّةٌ	مجھے پاخانہ کی حاجت ہے
یَا زَیدُ کَیفَ قَسَمْتَ اَوْقَاتَكَ	ای زید تو نے کیونکر اپنے وقتوں کو تقسیم کر رکھا ہے
وَکَمْ مِنْهَا لِذِکْرِكَ وَصَلَوَاتِكَ	اور کسقدر اسمیں سے تیرے ذکر اور نماز کے لئے ہے
سَیِّدِی یَمْضِی اَکْثَرُ وَقْتِی	میرے سردار اکثر وقت میرا ذکر باری تعالے میں گذرتا ہے
فِی ذِکْرِ حَضْرَةِ الْعِزَّةِ	
وَمَا بَقِیَ فَاَنْتَهِزُهُ لِلتَّفَرُّجِ وَاُمُورِ الْمَعِیشَةِ	اور جو کچھ باقی رہجائے اسکو سیر اور امور معاش کیلئے غنیمت سمجھتا ہوں -

عـ۱ یہ دو شعر ہیں جو نیزوں کے نام یاد کرنیکے بتاے گئے ہیں +

يا زيدُ أتعلمُ أيةُ ليلةٍ هذه الليلةُ

اے زید کیا تو جانتا ہے کہ یہ کونسی رات ہے۔

سيّدي أظنّ أنّه ليلةُ أربعةَ عشرَ من رمضانَ

میرے سردار میرے خیال میں یہ مہینہ رمضان کی چودھوین رات ہے

سيّدي دخلتُ دارَ خالدٍ فرأيتُ زوجةً دميمَ الوجهِ كوجهِ الخنزيرِ وهذا الحقّ وليس من لدّ قافير

میرے سردار میں خالد کے گھر میں داخل ہوا پس میں نے اسکی بیوی کو نہایت بدشکل لمبے مونہ والی دیکھا جیسا کہ خنزیر کی شکل ہوتی ہے اور یہ سچ ہے جھوٹ نہیں ہے

ويحك يا زيد أتدخل دورَ الناس من غير إذنهم وإيمائهم۔ وتنظر إلى وجوه نسائهم۔

افسوس تیرے پر اے زید کیا تو لوگوں کے گھروں میں بغیر انکی اجازت اور ایما کے داخل ہوتا ہے اور انکی عورتوں کے منہ دیکھتا ہے۔

غُضّ البصرَ ولا تكن من الفسّاق وقرنائهم۔

نظر کو بند رکھ اور فاسقوں اور انکے ہمنشینوں ک مت ہو۔

لِمَ كسرتَ البيضةَ يا زيد

اے زید تونے انڈے کو کیوں توڑ دیا

سيّدي ملصتْ عن يدي فتكسّرت

میرے سردار انڈا میرے ہاتھ سے پھسل کر ٹوٹ گیا۔

يا زيد إني سمعتُ أنّك احتكرتَ طعامَك انتظارَ وقتِ الغلاءِ

اے زید میں نے سنا ہے کہ تونے اپنا غلہ بند کر رکھا ہے تاکہ گرانی کیوقت اسکو بیچے

سيّدي هذا كذبٌ وافتراءٌ من الأعداءِ

میرے سردار یہ بالکل جھوٹ ہے اور دشمنوں کی طرف سے افترا۔

يا زيد سمعتُ أنّ خراجاً آذاك فأين هو۔

اے زید میں نے سنا ہے کہ ایک پھوڑا تجھے دکھ دے رہا ہے پس وہ کہاں ہے۔

سيّدي هو قلّ قريباً من صرّ خاصّتي

اے میرے سردار وہ ایک پھوڑا میری ناف کے قریب نکلا ہے

يا زيد أنواعُ الأطعمةِ في حاضرةٍ فكلْ مما شئتَ۔

اے زید کئی قسم کے کھانے حاضر ہیں پس جہاں سے چاہے کھالے۔

فرمایا کہ دیکھو ثلج کے آنیکے دن والی پیشگوئی کسطرح پوری ہو گئی اور میںنے اسکے دو پہلو لئے تھے ایک تو یہ کہ خدا کچھ ایسے نشان دکھاوے جن کی وجہ سے لوگوں پر حجت قایم ہو جائے اور دل تسکین پکڑ جائے اور دوسرا یہ کہ سخت بارش اور سردی اور ژالہ باری ہو جو ایک زمانہ دراز سے کبھی نہ ہوئی ہو تو خدا تعالٰی نے یہ دونوں پہلو پورے کر دئیے نشان اس طرح متواتر ظہور میں آئے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ یورپ اور امریکہ پر بھی حجت قایم ہو گئی یعنی ڈوئی کی موت سے کیونکہ جب ڈوئی نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اسلام بالکل تباہ ہو جاوے اور امید کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہو گی۔ تو اسوقت میںنے ایک اشتہار شایع کیا اور اسمیں ڈوئی سے مباہلہ کیا کہ تو تو حضرت عیسیٰ کو خدا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے مگر میں اسکے برخلاف حضرت عیسیٰ کو ایک انسان اور خدا کا نبی مانتا ہوں اور اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں پس ہم میں سے جو جھوٹا ہو گا وہ سچے کے سامنے مرجاویگا اور میںنے یہ بھی لکھا کہ اگر تو مباہلہ نہ کرے گا تو بھی تو ضرور ہلاک ہو گا اوسکے مقابلہ میں ڈوئی نے لکھا کہ میں کیڑوں مکوڑوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر میں چاہوں تو انکو (یعنی مسیح موعود کو) پاؤں کے نیچے کچلدوں اور یہ ڈوئی ایک امریکہ کا شخص تھا جسکا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں اور اس کا اثر امریکہ سے لیکر یورپ تک پڑا تھا اور کہتے ہیں کہ سات کروڑ روپیہ کا مالک تھا پس اس مباہلہ کے بعد اسکا روپیہ چھینا گیا اور سیحون گاؤں جسکو اس نے بسایا تھا اسمیں سے نکالا گیا پھر فالج پڑا اور ایسا پڑا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور آخرکار فروری سنہ ۱۹۰۷ء میں مر ہی گیا پس یہ ایک ایسا نشان تھا جس نے تمام یورپ اور امریکہ پر اور سعد اللہ کی موت نے ہندوستان پر حجت قایم کر دی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شخص بھی ہمارا سخت دشمن تھا پس ان دو نشانوں نے اور دوسرے کئی نشانوں نے ملکر دنیا پر ثلج کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کر دیا اور پھر یہی نہیں اصل الفاظ میں بھی یہ پیشگوئی کھلے طور سے پوری ہو گئی یعنے اس بہار کے موسم میں جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ بہار کے موسم میں ایسا ہو گا ایسی سخت سردی بارش اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ دنیا چیخ اٹھی ہے جیسا کہ آج (۱۶ر مارچ سنہ ۱۹۰۷ء کو) بھی بارش ہو رہی ہے اور سخت سردی پڑ رہی ہے پس دیکھنا چاہیے کہ کیسے کھلے الفاظ ہیں اور کیسی صریح یہ پیشگوئی تھی جو کہ اپنے ہر ایک پہلو پر پوری ہوئی اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آج سے قریباً ایک سال پہلے یہ پیشگوئی شایع کی گئی

تھی کہ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن' اور بہار کے موسم میں سخت بارشوں سردی اور ژالہ باری کے ہونیکی نسبت حضرت مسیح موعود نے صاف طور سے لکھدیا تھا کہ یہ بات ایک غیر معمولی رنگ سے پوری ہو گی کہ جسکی نظیر پہلے کبھی نہ ملیگی سو اس موسم بہار میں آپکے لکھنے کے مطابق نہ صرف بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئیں بلکہ حقیقی طور پر بھی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور تمام ممالک یورپ میں وہ سخت ژالہ باری اور سردی پڑی کہ پہلے موسم بہار میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا اور خود ہندوستان میں بارشوں اور سردی کا سلسلہ ایسا جاری ہوا ہے کہ ابتک ختم ہونے میں نہیں آتا اور کوئی علاقہ نہیں کہ جہاں کچھ نہ کچھ ژالہ باری نہ ہوئی ہو اخبارات چیخ پڑے ہیں اور لوگ گھبرا اٹھے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا یہانتک کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ان حوادث کو دیکھکر لکھا تھا کہ یہ زمین کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے واقعات ظہور میں آتے ہیں کہ خود علم طبعی کے جاننے والے دنگ ہیں پس ایسی غیر معمولی بارش سردی اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ بوڑھے آدمی بھی قایل ہیں کہ موسم بہار میں ایسا کبھی نہ ہوا ژالہ باری جو کہ ہندوستان میں بہت ہی کم ہوتی ہے اسنے وہ زور دکھایا ہے کہ تازہ خبر ہے کہ کاٹھیاواڑ میں ۲۳ آدمی اسکی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں بیس سخت زخمی ہیں اور بیشمار جانور اور مویشی ہلاک ہوئے ہیں زراعت کو سخت نقصان ہوا ہے پس یہ پیشگوئی نہایت ہی جاہ وجلال کیساتھ پوری ہوئی ہے اور اب بھی کوئی انکار کرے تو پھر اس سے خدا سمجھے ایڈیٹر

فرمایا کہ ہندوستان میں چاروں طرف طاعون پھیل رہی ہے اور قریبًا گیارہ برس ہوگئے کہ یہ مرض یہاں ترقی کر رہا ہے اور اس سال تو بہت ہی تیزی سے بڑھ رہا ہے معلوم نہیں کہ کب تک اسکا دور دورہ ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جبتک لوگ اپنے دلونکو صاف نہیں کرینگے میں اس مرض کو نہیں ہٹاؤنگا اور باوجود انگریزوں کے زور لگانیکے اسکا ابتک تو کوئی علاج نہیں نکلا ٹیکا ایجاد کیا وہ بھی ناکارہ ثابت ہوا چوہے مروائے اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اب مچھر مروانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر طاعون اسی طرح تیزی پر ہے بلکہ اور بھی بڑھ رہا ہے مگر مجھکو خدا نے خبر دی ہے کہ تیرے گھر کی چاردیواری میں رہنے والونکو اس مرض سے بچاؤنگا۔ اور دیکھو کہ ابتک کئی دفعہ اس نواح میں سخت طاعون پڑ چکی ہے اور گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے ہیں اور خود قادیان میں بھی کئی دفعہ طاعون پڑ چکا ہے مگر اس گھر کو خدا نے بچائے رکھا اور کوئی آدمی بھی اس مرض سے نہیں مرا بلکہ اس گھر کا کوئی چوہا بھی ہلاک نہیں ہوا پس کیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے اور ایکدفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا جو یہانتک شدید تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ مجھکو طاعون ہو گیا ہے۔

ہلاک ہونگے خدانیکوں کیساتھ ہے۔ ۴۔ کوئی درباری میرے حلقۂ اطاعت سے گذرنے نہ پاوے کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔ (تشریح) یعنی جو شخص خدا سے تعلق رکھنے والا ہے اسکا تعلق قایم نہیں رہ سکتا جب تک وہ مجھے قبول نہ کرے اور جو شخص اس حکم سے لاپرواہ ہے وہ سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔

۵۔ سلطان عبدالقادر (تشریح) اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھکو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے یعنی جو لوگ خداتعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں انکا تعلق نہیں رہیگا جبتک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیسا کہ یہ فقرہ کہ قدمی ھٰذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ یہ فقرہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا ہے جسکے معنے ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر میرا قدم ہے۔ ۶۔ احل لہ الطیبات قل ما فعلت الا ما امرنی اللہ۔ (تشریح) اس سلطان عبدالقادر کے لئے وہ تمام چیزیں حلال کی گئیں جو پاک ہیں کہہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جو خدا کے حکم کے برخلاف ہو بلکہ وہی کیا جو خدا نے مجھے فرمایا پھر بعد اس کے کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جسکا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام ہوا کل مقابر الارض لا تقابل ھٰذہ الارض یعنی زمین ہند کے تمام قبرستان اس زمین سے مقابلہ نہیں کر سکتے یعنی اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں۵ پھر میں نے دیکھا کہ ایک راہ پر چل رہا ہوں۔ اور میرے ساتھ میرا لڑکا مبارک احمد اور اسکی والدہ ہے اور مجھے خیال گذرتا ہے کہ میرزا غلام قادر مرحوم بھی (جو میرے بھائی ہیں) میرے ساتھ ہیں اور راہ میں اسقدر زنبور ہیں کہ ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیل رہے ہیں اور ایک میری ناف کے اندر بیٹھ گیا ہے۔ اور پھر اڑ گیا مگر کسی نے ضرر نہیں پہنچایا اور پھر ہم سب ایک مسجد میں داخل ہو گئے ہیں اور مسجد میں بھی کروڑہا زنبور ہیں مگر ہم ان کے شر سے محفوظ رہے ہیں + ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء ۱۔ اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا۔ ۲۔ احق اللہ امری ولا تنفک من ھٰذہ المرحلۃ (ترجمہ) خدا نے میری بات کو سچا کر دیا اور تم دونوں

۵ وہ برکتیں تمام پنجاب اور ہندوستان میں کسی اور قبرستان کو نہیں دی گئیں۔

اس مرحلہ سے نہیں چھوٹو گے ۳۔ دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا +
۴۔ ھل نری جزاء الاحسان الا الاحسان (ترجمہ) نہیں دیکھتے ہم احسان کی جزا
بجز احسان کے۔

یکم اپریل ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام لھلک المقام ۔ اس میں ابتدائی حرف کچھ اور
تھے جو یاد نہیں رہے مگر مفہوم یہی تھا۔

۲۹۔ مارچ ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام ۔ لھلک المقام یا یہ کہا لولا خیر الانام لھلک المقام

۳۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم و اعطیک ما یدوم ۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہوں گا اور اُسے ملامت کرتا ہے اسے ملامت کروں گا اور تجھے وہ چیز دونگا جو ہمیشہ رہے۔

۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ لا خزینی[1] ف بین ۔ یا اللہ رحم کر[2]۔ انی مع اللہ[3] فی کل حالی ترجمہ میں ہر حال میں اللہ کیساتھ ہوں ۔ اخترطنا سیفہ[4] ۔ (ترجمہ) ہم نے اسکی تلوار کو کھینچا ہے خدا کے ساتھ[5] نکوکار بندے ہر جگہ پر بیٹھے ہیں۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء حٰم ۵ تلک ایت الکتب المبین ۵ راز کھل گیا تفہیم[2] وہ جو حٰم ہے ابھی خدا کے نوشتہ کی نشان ہے جو ظاہر ہونیوالا ہے۔ حٰم مقطعات میں کسی کا نام ہے۔ یہی تفہیم ہوئی الذین[2] عتدوا منکم فی السبت (ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی) یہ قوم مخالف کی طرف اشارہ ہے ساتھ کا فقرہ بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم ۔ مت ایھا الخوان (ترجمہ) مرا ے خیانت کرنیوالے تمت کلمۃ اللہ

۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء - ایک اور بلا برپا ہوئی ۔ واللہ انی غالب وسیظھر شوکتی و کل ھالک الا من نعد فی سفینتی ۵ (ترجمہ) بخدا میں غالب ہوں اور عنقریب میری شوکت ظاہر ہو جائیگی ۔ اور ہر ایک مریگا گروہی جو میری کشتی میں بیٹھ گیا ۔ اعزاز

(۲) الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے اور معنے یہ ہیں کہ فلاں کو پکڑو اور فلاں کو چھوڑو ۔ یہ فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا ہے۔

۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء بلاء دمشق سراک سری۔

ترجمہ تیرا بھید میرا بھید ہے۔

Life of pain.

۴ ان اللہ مع الذین اتقوا الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً ۵ رحم اللہ - فضلناک علی ما سواک
خدا تعالیٰ انکے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اللہ نے رحم کیا ۔ تیرے سوا جتنے ہیں ان سب پر تجھے بزرگی دی

خداوند کریم کا ہر ایک شخص سے الگ الگ معاملہ ہے اسی طور کی فطرت واقع ہوتی ہے اس عاجز کی فطرت پر توحید اور تفویض الی اللہ غالب ہے اور معاملہ حضرت احدیت بھی یہی ہے کہ خود روی کے کاموں سے سخت منع کیا جاتا ہے بہ مخاطبت حضرت احدیت سے بارہ ہو چکے ہیں لا تقف ما لیس لک بہ علم ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غداً سو چونکہ بیعت کے بارے میں ابتک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں اسلئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً مولوی صاحب بنوت دینی کے بڑھانے میں کوشش کریں اور اخلاص اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودہ کی پرورش میں مشغول رہیں تو یہی طریق انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا خلقتم من نفس واحدۃ جزء البدن مستفیض مما استفاض البدن کلہ وکونوا مع الصادقین انہم قوم لا یشقی جلیسہم والسلام۔

مکتوب بحضرت خواجہ علی صاحب۔ السلام علیکم ابھی مولوی صاحب اسجگہ تشریف لانا یوقت ہے یہ عاجز حصہ چہارم کے کام سے کسیقدر فراغت کرکے اگر خدانے چاہا تو رنیت صحیح میسر آگئی تو غالباً امید کی جاتی ہے کہ آپ ہی حاضر ہوگا والامر کلہ فی ید اللہ وما اعلم ما یریدنی الغیب۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم مکتوب مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا محبت نامہ آن مخدوم پہونچا موجب شکر وسپاس ہوا خداوند کریم ہفدالات مکروہات سے آپکو امن میں رکھے اور آپ کی شعبوں اور کوششوں میں جوکہ آپ خالصاً للہ کر رہے ہیں بہت سی برکتیں بخشتے اور بہت سے ان پر مرتب کرے آمین صفحہ ۲۴ فتوح الغیب کی نسبت جو آن مخدوم نے دریافت فرمایا ہے یہ مقام بین، الغنی ہے کوئی حقیقت عمیق نہیں جوکہ شارح نے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے حضرت مخدومنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اس مقام میں یہ تعلیم فرماتے ہیں کہ سالک میں حقیقت فنا کی تب محقق ہوتی ہے اور تب ہی وہ اس لایق ہوتا ہے کہ مورد معارف اللہ جب تین طور کا انقطاع حاصل ہو جاوے اول انقطاع خلق اللہ سے اور وہ اسطرح پر حاصل ہوتا ہے کہ حکم الہی کو جو قضاء قدر ہے تمام مخلوقات پر نافذ سمجھے اور ہر ایک بندہ کو پنجہ تقدیر سے مقہور اور مغلوب یقین کرے لیکن اس جگہ یہ عاجز صرف اسقدر کہنا چاہتا ہے کہ ایسا یقین کہ فی الحقیقت تمام مخلوقات کو کالعدم خیال کرے اور ہر ایک حکم خدا کے ہاتھ میں دیکھے اور ہر ایک

نفع اور ضرر اسی کی طرف سے سمجھے صرف اپنی ہی تکلیف اور نفع سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تکلیف سے کسی قدر خیال قایم بھی ہو تو وہ بے بقا ہے اور ادنیٰ ابتلاء سے لغزش پیش آجاتی ہے بلکہ یہ مقام عالیشان اس بصیرت کاملہ سے حاصل ہوتی ہے یہ بات صرف اسی قدر ہے کہ جب عنایات الٰہیہ کسی کے تکمیل کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسکے بعض قصہ کو آپ ہی کوتاہ کر دیتے ہیں اور وہ بوجھ جو اس سے اٹھائے نہیں جاتے دست الٰہی انکو آپ اٹھا لیتا ہے پس اسی طرح سے جب بذریعہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ الہامات صحیحہ و تائیدات صریحہ انسان پر یہ حقیقت کھلجاتی ہے کہ تمام نفع و ضرر خدا کی اختیار میں ہے اور مخلوق کچھ چیز ہی نہیں تو ایک نہایت کامل یقین سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ جو کچھ نفع یا نقصان یا عزت یا ذلت ہے سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور مخلوق مردہ کی طرح دیکھتا ہے لیکن اسجگہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت مخدومنا شیخ عبد القادر قدس سرہ نے علوم و معارف الٰہیہ کے حاصل ہونیکا ذریعہ فنا عن الخلق وغیرہ اقسام فنا کو ٹھیرایا ہے پس جبکہ فنا کا حاصل ہونا ان علوم حاصل ہونے پر موقوف ہے تو اس سے دور لازم آتا ہے سو اس کا سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ و تائیدات خاصہ الٰہیہ و توجہات جلیلہ حمدیہ بغیر فانی طور پر حاصل نہیں ہو سکتے لیکن بتوسط صحبت شیخ فانی حاصل ہو سکتے ہیں یعنی اگرچہ براہ راست نہیں لیکن سالک اپنے شیخ کی ان تمام تائیدات سماویہ کو معائنہ و مشاہدہ کرتا ہے پس یہی مشاہدہ انکے یقین کمالیت کا موجب ہو جاتا ہے اگر جلدی نہیں تو ایک زمانہ دراز کی صحبت سے ضرور شکوک و شبہات کی تاریکی دل پر سے اٹھ جاتی ہے اسی جہت سے فانیوں کی صحبت کے لئے قرآن میں سخت تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کونوا مع الصادقین اور کونوا مع الفانیین والصادقون هم الفانون لا غیرهم اور جو شخص نہ فانی ہے نہ فانیوں کی صحبت سے اسکو کچھ تعلق اور محبت ہے وہ محض ہلاکت میں ہے اور اسکے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے اور اسکے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں الا ان تدارکہ اللہ برحمتہ دوسری شرط مورد معارف اللہ ہونیکے لئے یہ ہے کہ ہوائی نفس سے انقطاع ہو جائے یعنی سالک پر لازم ہے کہ اپنی تمام حرکات و سکون و قول و فعل اور امر اور نواہی میں اللہ تعالیٰ کی متابعت اختیار کرے اور کسی حالت میں قال اللہ قال الرسول سے باہر نہ جائے اور جو کچھ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہیں اور اپنے رسول کی